درایت حدیث - ایک تنقیدی مطالعہ

قسط ۱

ڈاکٹر محمد سلیم - لکچرر، شعبۂ دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

لغت میں درایت کے معنی معرفت اور علم ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے: اتی ھذا الامر من غیر درایۃ - یعنی من غیر علم - اور دریت الشئ یعنی عرفتہ [۱]
درایۃ کے معانی میں کسی چیز کا کسی چیز کے ذریعہ جاننا بھی شامل ہے۔ جیسے۔ دریت الشئ بالشئ یعنی توصل الی علمہ [۲]۔۔۔۔ خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ درایۃ کے ذریعہ جس حقیقت کی دریافت ہوتی ہے اس میں معرفت اور علم اور ادراک الشئ بتفکر وتدبر، دونوں شامل ہیں۔

درایۃ کے اصطلاحی معنی بیان کرنے میں متقدمین اور متاخرین محدثین کے یہاں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً ابتدا میں درایۃ الحدیث کا اطلاق صرف نقد رجال پر ہوتا تھا۔ چنانچہ ابن الاکفانی سے علم درایۃ الحدیث کی تعریف اس طرح منقول ہے۔
علم الحدیث الخاص بالدرایۃ علم یعرف منہ حقیقۃ الروایۃ وشروطھا وانواعھا واحکامھا وحال الرواۃ وشروطھم واصناف المرویات ومایتعلق بھا [۳] (علم حدیث جو درایۃ کے ساتھ مخصوص ہے وہ ایسا علم ہے جس سے روایت کی حقیقت اس کی شرائط اور قسمیں، اس کے احکام اور راویوں کا حال اور ان کی شرطیں اور مرویات کی قسمیں اور اس سے متعلق چیزوں کا علم ہوتا ہے۔)
اس کے بعد جب صرف نقد متن کو باضابطہ طور پر ایک الگ علم کی حیثیت دے دی گئی تو اس کی تعریف اس طرح کی گئی۔ ھو علم یبحث عن المعنی المفھوم من الفاظ [redacted]ث وعن المعنی المراد فھماً مبنیاً علی قواعد العربیۃ وضوابط

الشریعۃ و مطابقا لاحوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؎ (درایت حدیث وہ علم ہے جسمیں الفاظ حدیث سے مفہوم معنیٰ اور مراد سے بحث ہوتی ہے جو عربی قواعد اور شرعی ضوابط پر مبنی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق ہوں۔)

آج بھی علم درایۃ سے یہی تعریف مراد لی جاتی ہے۔

اس علم کا مقصد احادیث کو ان چیزوں سے پاک وصاف کرنا ہے جو قرآن وسنت یا ان دونوں کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ چنانچہ طاش کبریٰ زادہ نے فرمایا! التحلی بالاداب النبویۃ والتخلی عما یکرہ وینھی عنہ ؎ (احادیث کو آداب نبویہ سے آراستہ کرنا اور ان سے ان چیزوں کو الگ کرنا جو ناپسندیدہ ہیں اور ان سے منع کیا گیا ہے)

علم درایۃ درحقیقت ایسے ملکہ کا نام ہے جو حدیث رسول سے بہت زیادہ مارست کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح ایک جوہری جوہر پرکھنے کے راز کو مدتوں اسمیں وقت لگانے کے بعد حاصل کرتا ہے اور پھر وہ اس کی بنیاد پر کسی پتھر کو ہیرا یا خزف ریزہ ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اسیطرح درایت کا ملکہ بھی حدیث سے طویل مشق ومزاولت کے بعد حاصل ہوتا ہے جس کی بنیاد پر وہ جان سکتا ہے کہ اصل حدیث کیا ہے اور کیا نہیں۔ ابن دقیق العید فرماتے ہیں: حصلت لھم لکثرۃ محاولۃ الفاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھیئۃ نفسانیہ و ملکۃ قویۃ یعرفون بھا ما یجوز ان یکون من الفاظ النبوۃ وما لا یجوز ؎ (الفاظ حدیث سے بکثرت ممارست کے نتیجے میں ایک روحانی ہئیت اور قوی ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس سے معرفت ہوتی ہے کہ الفاظ نبوی کیا ہو سکتے ہیں اور کیا نہیں۔)

اسی طرح بلقینی نے اس فن کو ان الفاظ میں واضح کیا: ان انسانا لو خدم انسانا سنین وعرف ما یحب وما یکرہ فادعی انسان انہ کان یکرہ شیئاً یعلم ذلک انہ یحبہ فبمجرد سماعہ یبادر الی تکذیبہ ؎

(کوئی شخص اگر کسی کی سالوں خدمت کرے اور اس کی پسند و ناپسند سے پوری واقفیت حاصل کرے اس کے بعد اس کی پسندیدہ چیز کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ وہ اسے ناپسند کرتا تھا تو یہ شخص فوراً کہنے والے کی تردید کرے گا۔)

اسی طرح حدیث کی معرفت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ایک ناقد رسول کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو اور آپ کی ہر پسند و ناپسند اشیاء کا اسے پورا علم ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ حافظ ابن قیم الجوزیہ سے پوچھا گیا کہ کیا کسی حدیث کی صحت کا پتہ بغیر اس کی سند دیکھے لگایا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا "یہ وہی شخص جان سکتا ہے جسے سنن صحیحہ کی معرفت میں بڑی مہارت حاصل ہو اور وہ اسکے خون و گوشت میں رچ و بس گئی ہو اور سنن و آثار اور رسول اللہ کی سیرت پہچاننے میں حضور جس چیز کا حکم دیتے تھے اور جس سے منع فرماتے تھے، جس بات کی خبر دیتے تھے، جس کی طرف دعوت دیتے تھے، جس چیز کو پسند فرماتے تھے اور جس چیز کو برا سمجھتے تھے اور جس چیز کو امت کے لئے مشروع قرار دیتے تھے، ان سب چیزوں کو جاننے میں ایسے ملکہ اور شدید اختصاص حاصل ہو گیا ہو۔ گویا وہ آپ کے اصحاب میں سے ایک فرد ہو اور رسول اس کے سامنے ہوں۔ [8]

یہ ملکہ حاصل ہونے کے بعد اصل حدیث دن کی روشنی کی مانند اور موضوع روایت رات کی تاریکی کی طرح دکھائی دینے لگتی ہے۔ چنانچہ ربیع بن خثیم نے فرمایا! ان للحدیث ضوء کضوء النهار یعرف منه وظلمة کظلمة اللیل تنکره [9]

(صحیح اور سچی حدیث میں دن کی مانند روشنی ہوتی ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے اور موضوع حدیث میں رات کی مانند تاریکی ہوتی ہے جس سے وہ رد کر دی جاتی ہے۔

صحیح اور سچی حدیثوں میں یہ روشنی بلا شبہ قرآن کی روشنی کا عکس ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ" (اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔) اسی بناء پر علامہ

شاطبی نے فرمایا: السنة فی معناھا راجعة الی الکتاب فھی تفصیل مجملہ و بیان مشکلہ و بسط مختصرہ"[11] (سنت اپنے معنیٰ اور مفہوم کے لحاظ سے قرآن ہی کی طرف راجع ہوتی ہے یہ قرآن کے مجملات کی تفصیل اسکے مشکلات کی تبیین اور اس کے اختصار کی شرح ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو اس کے معنی اور مفہوم کو سامنے رکھکر ہدایات اور تعلیمات کا سلسلہ شروع فرماتے۔ کبھی یہ سلسلہ قولی ہوتا اور کبھی فعلی اور کبھی قولی اور فعلی دونوں۔ مثال کے طور پر جب آپ پر آیات" وانذر عشیرتک الا قربین"[12] (اور ڈرائیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو) نازل ہوئیں تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر جس طرح اہل مکہ کو اللہ رب العزت کا پیغام پہونچایا وہ تاریخ میں بہت مشہور واقعہ ہے[13]

اسی طرح جب یہ آیت: "ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء"[14] (بیشک اللہ شرک کو نہیں معاف کرتا اسکے سوا جسے چاہے معاف کرسکتا ہے۔) نازل ہوئی تو آپ نے اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ایسی ہے جیسے کسی نے اپنے خالص مال سے غلام خریدا اور اسکو بتادیا کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ میرا کام ہے کرو اور اس سے نفع مجھے پہونچاؤ۔ غلام کام تو کرتا ہے لیکن نفع اپنے آقا کے بجائے کسی اور کو پہنچاتا ہے تو تم میں کون ایسے غلام کو پسند کرے گا؟[15]

ایسے ہی ایمان واعتقاد، طہارت، عبادت، نیکی، بدی اور تمام وہ چیزیں جو دین و شریعت سے متعلق ہیں انکے بارے میں جو کچھ بھی آپ نے فرمایا وہ سب قرآن ہیں سے مستنبط تھیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر وہ روایت جس کی بنیاد قرآن میں نہ ہو اور وہ قرآنی صراحت کے خلاف ہو یا سنت رسول اس سے مطابقت نہ کرے تو ایسی روایت کو حدیث ہی کہنا صحیح نہیں خواہ اس کے راوی کتنے ہی ثقہ کیوں نہ ہو۔ اس کی بہت سی مثالیں ہمیں دور صحابہ ہی میں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں جنھوں نے قرآن کو براہ راست آپ سے سیکھا اور آپ کی طرز زندگی کو بہت قریب سے دیکھا وہ جب کسی ایسی بات کو

سمجھتے جو قرآن کے خلاف ہوتی یا سنت نبوی سے مطابقت نہ رکھتی راوی خواہ کوئی بھی ہوتا اس پر بلا جھجک تنقید کرتے۔ مثلاً حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ نوحہ کرنے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے تو سیدہؓ نے فرمایا: "حسبکم القرآن ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" ۱۶ (تمہیں قرآن کافی ہے جسکے مطابق کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔)

اسی طرح حضرت عائشہ ہی کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے تو آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ جنابت کی حالت میں روزہ رکھتے اور صبح غسل فرمالیتے ۱۷۔

ایسے ہی تابعین میں امام شعبی کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور حکمرانوں کی اطاعت کرو اگر وہ اچھے ہیں تو تمہارے حق میں اور اگر برے ہیں تو اس کا وبال ان ہی پر ہوگا۔ تو فرمایا "کذبت" ۱۸ (تم نے جھوٹ کہا)

وسط تابعین کے زمانے یعنی دوسری صدی ہجری کے اوائل میں حدیث سے دلچسپی رکھنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور ان دونوں کے کام بھی جدا جدا ہوگئے۔ ایک وہ جو حدیثوں کی جمع و تدوین سے دلچسپی رکھتے تھے اور دوسرے فقہاء جو اس سے مسئلہ و مسائل کا استنباط کرتے تھے اور بعض وہ جنہیں دونوں ہی امور سے دلچسپی تھی۔ محدثین کسی حدیث کو قبول کرنے سے پہلے اس کے رجال کو اچھی طرح تحقیق و تفتیش کرتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے فن جرح و تعدیل، اسماء رجال اور حدیثوں کی اصطلاحیں قائم کیں جبکہ متن حدیث پر نقد اور اسے موضوع بحث بنانا فقہاء اور مجتہدین کا کام تھا جیسا کہ شیخ طاہر الجزائری فرماتے ہیں۔

" فلما یحکمون علی الحدیث بالاضطراب اذا کان الاختلاف فیه واقعا فی نفس المتن لان ذلک لیس من شانهم من جهة کونهم محدثین وانما هو شان المجتهدین"

(محدثین کی حدیث پر ایسی صورت میں اضطراب کا حکم بہت کم لگاتے ہیں جب اختلاف اسکی متن میں واقع ہو اس لئے کہ متن سے بحث کرنا بحیثیت محدث یہ ان کا کام نہیں بلکہ مجتہدین کا کام تھا)

(باقی آئندہ)

[redacted]

حوالہ جات

۱؎ لسان العرب
۲؎ المنجد
۳؎ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی ۱/۵-۶، ۳۰ - لاہور پاکستان
۴؎ طاش کبریٰ زادہ، مفتاح السعادہ ومفتاح السیادہ، ۲/۲، حیدرآباد ۱۹۷۷ء
۵؎ ایضاً۔
۶؎ شمس الدین محمد السخاوی، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ۱/۱۱۳۔ انوار محمدی ۱۳۰۳ھ
۷؎ سراج الدین بلقینی، محاسن الاصطلاح ۲۱۵، دار الکتب ۱۹۷۴ء
۸؎ شمس الدین ابن قیم الجوزیہ، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ۴۳-۴۴، بیروت ۱۹۷۰ء
۹؎ فتح المغیث ۱۱۳/۱
۱۰؎ الانعام / ۵
۱۱؎ ابو اسحٰق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ۴/۱۲، التجاریہ الکبریٰ۔ مصر
۱۲؎ الشعراء / ۲۱۴
۱۳؎ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ تبت یدا ابی لہب
۱۴؎ النساء / ۴۸
۱۵؎ ترمذی، ابواب الامثال، باب ما جاء مثل الصلوٰت والصیام والصدقہ
۱۶؎ مشکوٰۃ، باب البکاء علی المیت۔
۱۷؎ مسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان
۱۸؎ شمس الدین الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۱/۸، حیدرآباد ۱۳۳۳ھ
۱۹؎ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری، توجیہ النظر فی اصول الاثر / ۵، مصر ۱۳۳۸ھ